جہات

نیا عالمی نظام

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم : اما بعد :

اس وقت دنیا میں NEW WORLD ORDER کا بہت شور ہے اور اس کے متعلق ذرائع ابلاغ بہت کچھ لکھ اور چھاپ رہے ہیں اس نئے عالمی نظام سے اس کے نافذ کرنے والے کیا چاہتے ہیں؟ یہ صاف ظاہر ہے کہ کسی بھی نظام کی قوت نافذہ کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس کے جبر کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہ سکے اور اس کے حسب دلخواہ نتائج برآمد ہوں۔ لہٰذا نئے عالمی نظام کی بات کرنے والے بھی یہی آرزو رکھتے ہیں کہ اگر یہ نظام چل سکے تو دنیا میں وہ جس چیز کو رائج کرنا چاہیں اس کے سامنے کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

جنگ عظیم دوم میں جنگ کے ایشیائی فریق شکست سے دوچار ہوئے تھے اسلیے جب اقوام متحدہ کی بنیاد ڈالی گئی تو سلامتی کونسل کے مستقل ارکان کو حق ردّ قرارداد (ویٹو) دیا گیا دراصل یہ اسی خواہش کا آئینہ دار تھا کہ دنیا میں عدل ومساوات کی بجائے MIGHT IS RIGHT جسکی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون رائج کیا جائے۔ چنانچہ دنیا آج اس ویٹو کے منطقی نتیجہ سے دوچار ہے۔ کویت عراق مسئلہ پر دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے کس چابکدستی سے اہل ویٹو کا ساتھ دیا ہے اور کس طرح عراقی مسلمانوں کا خون حلال کیا ہے۔

سوشلسٹ نظریات کا اختتام اور روس کی شکست وریخت مغربی دنیا کی پرانی خواہش تھی جو جہاد افغانستان کے ذریعے پوری ہوئی۔ انسان کی سوچ بہت محدود ہوتی ہے اہل مغرب سمجھ گئے تھے کہ روس کے ٹوٹنے سے مشرق کی ایک بڑی قوت جو ان کے سامنے مشرق کی طرف بڑھنے میں رکاوٹ ہے ختم ہو جائے گی اور وہ اپنا ایک عالمی نظام رائج کر سکیں گے جس میں وہ اپنی من مانی کر سکیں گے چنانچہ ایشیا میں ایک ابھرتی ہوئی اسلامی قوت کو پوری چالاکی کے ساتھ ختم

کیا گیا تاکہ راستے کی تمام رکاوٹیں ہٹ جائیں اور مشرقی دنیا پر پوری طرح اہل مغرب کا تسلط ہو جائے۔
اس صورت حال کے پس منظر میں پوری دنیا کے مسلمانوں کو یہ سوچنا ہے کہ نئے عالمی نظام میں ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جانے والا ہے۔
روس کی ٹوٹ پھوٹ سے وسط ایشیا کی مسلم ریاستیں آزاد ہو رہی ہیں جن میں سے کئی ایک جدید ترین ایٹمی ٹیکنالوجی سے بہرہ ور ہیں جبکہ مغربی بلاک مسلمانوں پہ ٹیکنالوجی کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند رکھنا چاہتا ہے۔ اور اس وقت وہ پوری قوت کے ساتھ روس میں متحدہ فوجی نظام بروئے کار لانے کے پروگرام پر عمل درآمد کروانا چاہتا ہے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ایٹمی ہتھیاروں کے آجانے کو وہ ہر قیمت پر روکنے کی کوشش کر رہا ہے۔
مغربی بلاک کی زبان میں مسلمان غیر ذمہ دار ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ ایٹمی ٹیکنالوجی غیر ذمہ دار ہاتھوں میں چلی جائے۔
اس صورت حال کے پیش نظر عالم اسلام کو اپنے مستقبل کی سلامتی کے لیے اس نئے عالمی نظام میں پس جانے کی بجائے ایک تابناک مستقبل کی سعی کریں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان ممالک "انما المومنون اخوۃ" اور "المسلم اخو المسلم" کے سنہری اصولوں پر کاربند ہوتے ہوئے تمام عالم اسلام کو ایک ایسی تنظیم میں پرو دیا جائے کہ دنیا جہاں کہیں بھی کسی مسلمان پر زیادتی ہو تو تمام عالم اسلام اس کو اپنے اوپر زیادتی تصور کرے۔
اس تنظیم کو مستحکم کرنے کے لیے یایها الذین آمنوا لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء کے حکم پر عمل کیا جائے اور کسی بھی صورت میں کسی مسلمان ملک کے مقابلے میں کسی غیر مسلم کے ساتھ دوستی نہ رکھی جائے خواہ اس کی کتنی ہی قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔ عالم اسلام اپنے اجتماعی کفالتی نظام میں غیر مسلموں پر انحصار بالکل ختم کر دے خواہ یہ انحصار دفاعی ہو یا معاشی۔
وسط ایشیا کی نئی مسلم ریاستوں کو ہر ممکن امداد دی جائے اور ان کو دفاعی امور میں آزاد ہونے میں خصوصی مدد دی جائے۔ ان ریاستوں سے عالم اسلام کو تجارتی ثقافتی اور دفاعی امور میں باہمی رابطوں میں پہل کرنی چاہیے تاکہ وہ مغربی بلاک کی چالاکی کی زد میں آنے سے محفوظ رہیں۔
عالم اسلام کو ایک ATONOMIC TECHNOLOGY RESEARCH INSTITUTE

قائم کرنا چاہیے اور بے خوف وخطر ایٹم بم کے پرامن استعمال کو بروئے کار لانا چاہیے اس کے ساتھ ساتھ " اعدوا لهم ما استطعتم من قوة " کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ایسے دفاعی نظام کی داغ بیل ڈالنی چاہیے کہ " ترهبون به عدو الله وعدوكم " کا تقاضا پورا ہو سکے ۔ یہ دفاعی نظام اجتماعی دفاعی نظام ہو تاکہ مسلم ممالک کے اندر جنم لینے والے علاقائی جھگڑے ان کی خارجہ قوت کی کمی کا سبب نہ بنیں ۔

عالم اسلام اگر اکیسویں صدی میں داخل ہوتے وقت ان مقاصد کے حصول کیلیے کوئی واضح اقدام کر سکا تو نئی صدی اس کے استحکام اور ترقی کی صدی ہوگی ورنہ نیا عالمی نظام حاکم بن اس کو پیس کر رکھ دے گا ۔

سعد اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب مدیر مسئول کا انتقال پر ملال

سہ ماہی منہاج کے زیر نظر شمارے کی کاپی پریس میں جانے کے لئے تیار تھی کہ مرکز تحقیق (ریسرچ سیل) دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے ڈائریکٹر اور منہاج کے مدیر مسئول جناب مولانا سید محمد متین ہاشمی طویل علالت کے بعد ۱۰ جنوری ۹۲ء بروز جمعۃ المبارک شام ۳ بجکر چالیس منٹ پر مرکز تحقیق اور اس کے تمام عملہ کو داغ مفارقت دیتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

مولانا ہاشمی مرحوم کی شخصیت علمی تحقیقی اور دینی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ اپنی علمی تصنیفات و تالیفات اور گرانقدر ملکی و ملی خدمات کے پیش نظر انہیں ایک منفرد و ممتاز مقام حاصل تھا۔ ان کے انتقال سے علمی دنیا میں جو خلاء واقع ہوا ہے وہ اس قحط الرجال کے دور میں پر ہوتا نظر نہیں آتا۔

"**موتُ العالِم موت العالَم**" کے مصداق مولانا ہاشمیؒ کی وفات سے پہنچنے والا نقصان صرف کسی خاندان یا ان کے اہل خانہ کا ہی نہیں بلکہ پورے ملک کا بالعموم اور ادارہ ہذا کا بالخصوص نقصان ہوا ہے۔ مولانا مرحوم نے اپنی خدا داد صلاحیتوں، محنت لگن اور خلوص سے بہت قلیل عرصے میں مرکز تحقیق کو ملک کے دیگر تحقیقی اداروں میں ایک اہم اور نمایاں مقام دلوایا۔

ادارہ انشاء اللہ العزیز جلد ہی آئندہ کی اشاعتوں میں مولانا مرحوم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو قارئین کے سامنے لانے کی کوشش کرے گا۔ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ہماری دعا ہے اور ہمارے جسم کا رواں رواں بزبان حال دعاگو ہے کہ اللہ کریم ہمارے محسن و مربی کو اپنے جوار رحمت میں خصوصی جگہ عطا فرمائے اور کروٹ کروٹ ان پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے (آمین بجاہ النبی الکریمؐ)

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ تیرے در کی نگہبانی کرے

حافظ غلام حسین صاحب کو صدمہ

ہمارے ریسرچ آفیسر جناب حافظ غلام حسین صاحب ادارہ ہذا میں شروع سے ہی قبلہ ہاشمی صاحب کے معتمد مشیر خاص اور دست راست ہیں۔ خداداد صلاحیتوں اور استعداد کے مالک ہیں اور انہیں سادگی تقویٰ اور نیکی کا بفضلہ تعالیٰ وافر حصّہ ملا ہے۔ ادارہ کی مطبوعات کی طباعت کا کام زیادہ تر انہی کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ اللہ کریم نے انہیں ایک بیٹا "محمد احمد مجاہد" نامی عطا فرما رکھا تھا اور اتفاق سے ابھی تک وہ تنہا ہی تھا تا حال اس کا کوئی دوسرا بھائی نہیں ہے۔ پرائمری کے بعد اب قرآن مجید حفظ کر رہا تھا۔ حافظ صاحب اپنے بیٹے کو حفظ کرانیکے بعد عالمِ دین بنانے کا ارادہ رکھتے تھے اور انہی خطوط پر اس کی تربیت پر خصوصی توجہ دے رہے تھے۔ بچہ بھی ماشاء اللہ بڑا ذہین تھا مگر اس معصوم بچے کو کسی حاسد کے حسد نے آلیا یا کسی بدخواہ کی نظر لگ گئی چنگا بھلا، ہنستا کھیلتا گاؤں گیا اور وہاں بیمار ہو گیا۔ اور ایسی بیماری میں مبتلا ہوا کہ ڈاکٹروں اور طبیبوں کی سمجھ میں بھی آخر تک کوئی بات نہ آسکی۔ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کے مصداق اس کی بیماری اور نقاہت میں مسلسل اضافہ ہی ہوتا گیا اور بالآخر پچھلے ماہ ۲۲ نومبر ۱۹۹۱ء رات کے گیارہ بجے حافظ صاحب کے گلستان کو اجاڑتے ہوئے اس سفر پہ روانہ ہو گیا جس سے کوئی کبھی واپس نہیں آیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حافظ صاحب کے لیے یقیناً یہ بہت بڑا سانحہ ہے۔ سردست انکی آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہے اور انکی دنیا اُجڑ گئی ہے۔ ادارہ ہذا کے چھوٹے بڑے تمام کارکنان اُن کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔ بلا شبہ ہمیں بھی اسی طرح کا رنج پہنچا ہے جس طرح حافظ صاحب کو، ہماری آنکھیں بھی اسطرح اشک بار ہیں جسطرح حافظ صاحب کی۔ مجاہد، حافظ صاحب کا ہی نہیں ہمارا بھی بیٹا تھا۔ ہماری دُعا ہے کہ اللہ کریم اس معصوم کو اپنے ماں باپ کی بخشش اور بلندیٔ درجات کا وسیلہ بنائے۔ آمین

(ادارہ)